مولانا سید محبوب حسن واسطی

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں مسلمان مسلسل تیرہ سال تک کافروں کے مظالم کا شکار رہے، کونسی ایسی اذیت اور تکلیف تھی جو انہیں نہ دی گئی ہو، مگر انہیں یہی حکم تھا:

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" (۱)

معاف کرو اور درگزر کرو جب تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مسلمانوں کو تکالیف جھیلنے، مصائب برداشت کرنے، صبر کرنے اور معاف و درگزر کرنے کا حکم تھا، اور یہی کہا گیا کہ جب تک ان اللہ پاک کوئی دوسرا حکم نہ بھیج دے، اسی طرح صبر و درگزر کرتے رہو۔ مگر جب بالآخر کافروں کے مظالم کی انتہا نہ رہی اور ادھر مدنیہ منورہ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل پڑنے لگی تو اب مجبوراً مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کا حکم ہوا، اور یہ قرآنی حکم نازل ہوا

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ نِ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ (۲)

جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے، اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ لوگ جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے، صرف اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

یعنی صرف توحید کا قائل ہونے پر انہیں یہ تکالیف دی گئیں۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (۳)

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑیں، اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ

زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور مسلمانوں کی اس نئی حکمت عملی کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (۴)

ان سے لڑو تا کہ اللہ انہیں تمہارے ہاتھ سے عذاب دے، اور انہیں ذلیل کرے اور تمہیں ان پر غلبہ دے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے۔

مذکورہ ارشاد ربانی میں جہاد کے درج ذیل چار فوائد بتائے گئے ہیں۔

۱۔ کافروں پر عذاب الٰہی کبھی بلا واسطہ (خود اللہ کا دیا ہوا) اور کبھی بواسطہ مجاہدین اسلام ہوتا ہے۔ یعنی عذاب الٰہی کی دو شکلیں ہیں اور جہاد دوسری شکل کا عذاب ہے۔

۲۔ تکبر کا انجام ذلت ہے، مشرکین تکبر میں مبتلا ہیں اور مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بذریعہ جہاد کافروں کو تکبر کے سبب اس ذلت والے انجام تک پہنچاتا ہے۔

۳۔ جہاد سے مسلمانوں کو متعدد سیاسی، عسکری اور اقتصادی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بیٹھتا ہے اور اسلام کی عظمت جاگزیں ہوتی ہے۔

۴۔ جو مظلوم مسلمان برسوں سے کافروں کے ظلم سہتے رہے ہیں، مسلمانوں کے جہاد اور اسلام کی فتح سے ان مظلوم مسلمانوں کے دل ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

غزوات وسرایا

دور نبوی میں جہاد بالسیف کی دو شکلیں تھیں۔ پہلی شکل یہ تھی کہ کفار کے خلاف عسکری مہم میں حضور ﷺ خود بہ نفس نفیس شریک ہوں۔ ایسی عسکر مہم کا نام علمائے سیر کے نزدیک غزوہ ہے۔ اور دوسری شکل یہ تھی کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شریک نہ ہوں۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کو کسی عسکری مہم پر بھیجیں۔ ایسی عسکری مہم کا نام اہل سیر کے نزدیک سریہ یا بعث ہے، جن کی جمع بالترتیب سرایا اور بعوث آتی ہے۔

غزوات وسرایا کی کل تعداد کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ عمر بن اسحٰقؒ، موسیٰ بن عقبہ اور ابن سعد کے نزدیک غزوات کی کل تعداد ستائیس ہے، جن میں سے صرف ان نو غزوات میں قتال کی نوبت آئی۔ بدر، احد، خندق، بنو قریظہ، بنو المصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف۔ ابن اسحٰقؒ کے نزدیک سرایا کی کل تعداد اڑتیس ہے۔ دیگر اہل علم میں سے بعض نے غزوات وسرایا کی تعداد اس سے زیادہ اور بعض نے کم

بتائی ہے اور اس اختلاف کی دو بڑی وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ دو یا زیادہ غزوات یا سرایا کا زمانہ بالکل قریب ہونے کے باعث بعض اہل علم نے اسے ایک ہی شمار کیا تو تعداد کم بتائی۔ اور جن اہل علم نے انہیں الگ الگ شمار کیا، ان کے نزدیک تعداد زیادہ ہوگئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض اہل علم کو کچھ غزوات یا سرایا کی تحقیق نہ ہوسکی تو انکے مطابق تعداد کم رہی اور جن اہل علم کو تحقیق ہوگئی ان کے نزدیک یہ تعداد زیادہ ہوگئی۔

ہجرت مدینہ کے بعد اور ۱ ہجری کے اختتام سے قبل محققین نے تین سرایا بتائے ہیں۔ سریۂ حمزہ، سریۂ عبیدہؓ بن الحارث اور سریۂ سعد بن ابی وقاصؓ۔ ان تینوں سرایا میں ایک ایک ماہ کا فرق ہے کہ سریۂ حمزہ ہجرت کے سات ماہ بعد رمضان ۱ ہجری میں، عبیدہؓ بن الحارث شوال ۱ ہجری میں، اور سریۂ سعد بن ابی وقاص ذیقعدہ ۱ ہجری میں ہوا ہے۔ ان محققین کے قول کے مطابق جن میں علامہ زرقانیؒ اور علامہ قسطلانی شامل ہیں حکم جہاد کے بعد ابتدا سرایا اور بعوث سے ہوئی، جبکہ بعض دیگر محققین مثلاً محمد بن اسحٰقؒ کا کہنا ہے کہ ابتدا غزوات سے ہوئی اور پہلا غزوہ غزوہ ابواء ہے، اور پھر سریۂ حمزہ و سریۂ عبیدہ وغیرہ۔

سریۂ عبداللہ بن جحش

غزوہ بدر کبریٰ (جو رمضان ۲ ہجری میں ہوا) سے پہلے چار سرایا اور چار ہی غزوات ہو چکے تھے۔ یعنی سریۂ حمزہ، سریۂ عبیدہ بن الحارث، سریۂ سعد بن ابی وقاص اور سریۂ عبداللہ بن جحش۔ اسی طرح غزوہ ابواء، غزوہ بواط، غزوہ عشیرہ اور غزوہ سفوان۔ لیکن ان آٹھوں سرایا و غزوات میں عسکری نوعیت کے اعتبار سے سریۂ عبداللہ بن جحشؓ کی درجہ ذیل امور کی بنا پر خصوصی تاریخی اہمیت ہے۔

۱۔ اس سریے میں پہلی بار ایک سرکردہ کافر اور قافلے کا سربراہ عمر بن الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔

۲۔ کافروں کے ساتھ معرکے میں پہلی بار مجاہدین کے ہاتھوں مال غنیمت آیا۔

۳۔ پہلی بار مسلمانوں نے کافروں کو جہاد کے نتیجے میں قیدی بنایا اور

۴۔ آنے والے ایک عظیم غزوے (یعنی غزوۂ بدر) کے لئے اس سریے کے باعث راہ ہموار ہوئی۔ اور غزوہ بدر کبریٰ مسلمانوں کا وہ عظیم جہاد ہے جس میں بڑے بڑے سرکش کافر سردار مارے گئے، کفر کا زور ٹوٹا اور اسلام کو خوب خوب عزت ملی۔

ابن اسحٰق سریۂ عبداللہ بن جحش کے متعلق فرماتے ہیں:

و بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عبدالله بن جحش بن

رئاب الاسدی فی رجب مقفله من بدر الاولی وبعث معه
ثمانية رهط من المهاجرين، ليس فيهم من الانصار احد،
وكتب له كتابا وامره ان لا ينظر فيه حتى يسير يومين(۵)

غزوہ بدر اولیٰ سے واپسی کے بعد ماہ رجب ۲ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحشؓ کی سربراہی میں (مقام نخلہ کی طرف) ایک سریہ روانہ فرمایا جس میں آٹھ افراد تھے۔ یہ تمام مہاجرین تھے، ان میں کوئی انصاری نہ تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحشؓ کو ایک خط عنایت فرمایا، اوران سے کہا کہ اس خط کو ابھی کھول کر نہ دیکھیں، دو دن کے سفر کے بعد ہی اس خط کو کھول کر پڑھیں۔

اس سریے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو تین باتوں کی ہدایت فرمائی، ایک تو یہی جو ابھی بیان ہوئی کہ دو دن سفر کے بعد ہی میرا یہ خط کھولیں، دوسرے یہ کہ اس خط میں جو ہدایات پائیں ان پر عمل کریں، اور تیسرے یہ کہ اپنے کسی ساتھی پر جبر نہ کریں۔ اگر ان کا کوئی ساتھی آگے ان کے ساتھ نہ جانا چاہے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں، اور اسے آگے جانے پر مجبور نہ کریں۔

ابن ہشامؒ نے سریے کے سربراہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے علاوہ آٹھ افراد کے نام اس طرح بتائے ہیں۔ ابوحذیفہ بن عقبہ، عکاشہ بن محصن، عتبہ بن غزوان، سعد بن ابی وقاص، عامر بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ، خالد بن البکیر اور سہیل بن بیضاء۔(۶)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحش روانہ ہوئے، اور دو دن سفر کے بعد جب خط کھولا تو اس میں تحریر تھا:

اذا نظرت فی كتابی هذا فامض حتى نزل نخلة بين مكة
والطائف فترصد بها قريشا وتعلم لنا من اخبارهم (۷)

جب تم میرا یہ خط دیکھو تو اپنا سفر جاری رکھنا، یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان مقام نخلہ میں پہنچ جاؤ، اور وہاں پہنچ کر قریش کے قافلے کا انتظار کرنا، اور ہمیں ان کی خبروں سے مطلع کرنا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے جیسے ہی خط پڑھا، فوراً کہا سمعا وطاعة کہ ہم نے آپ کا حکم سنا اور اطاعت کی، اور اپنے ساتھیوں سے کہا:

قد امرنی رسول الله صلى الله عليه وسلم ان امضى الى

نخلة ارصد بها قريشا حتى آتيه منهم بخبر، وقد نهاني ان استكره احدا منكم، فمن كان منكم يريد الشهادة ويرغب فيه فلينطلق، ومن كره ذلك فليرجع (۸)

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں مقام نخلہ پہنچ کر قریش کے قافلے کا انتظار کروں، اور آپ ﷺ کو ان کی خبروں سے مطلع کروں، اور مجھے منع کر دیا ہے کہ تم میں سے کسی کو مجبور کروں۔ تو جو تم میں سے شہادت کا طلب گار ہے وہ تو ہمارے ساتھ آگے چلے ورنہ یہیں سے واپس لوٹ جائے۔

میں بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں آگے جا رہا ہوں۔ ساتھیوں میں سے کسی نے بھی آگے جانے سے انکار نہ کیا اور سب آگے نخلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ حضرات فرع کے بالائی حصے معدن پہنچے جسے بحران کہا جاتا ہے تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہ بن غزوان جس اونٹ پر سوار تھے وہ کہیں راستے میں گم ہو گیا (یہ غالباً کسی ضروری حاجت کیلئے اونٹ سے اُترے ہوں گے، اسے بٹھایا ہوگا۔ جب یہ حاجت سے واپس آئے ہوں گے تو اونٹ اِدھر اُدھر چلا گیا ہوگا)۔ یہ دونوں حضرات اپنے اونٹ کی تلاش میں اِدھر اُدھر سرگرداں ہوئے اور پیچھے رہ گئے، جبکہ باقی حضرات مقام نخلہ پہنچے تو یہاں اسی تجارتی قافلے کو گزرتے دیکھا۔ ابن ہشام اس قافلے کے بارے میں لکھتے ہیں:

عير لقريش تحمل زبيبا وادما و تجارة من تجارة قريش فيها عمربن الحضرمي (۹)

یہ قریشی قافلہ کشمش، چمڑا اور قریش کا تجارتی سامان لے جا رہا تھا، اور اس قافلے کا سردار عمرو بن الحضرمی تھا۔

ابن اسحٰق کا کہنا ہے کہ اس قافلے میں عمرو کے علاوہ عثمان بن عبداللہ بن المغیرۃ، ان کا بھائی نوفل بن عبداللہ، اور حکم بن کیسان مولی ہشام بن المغیرۃ بھی تھے۔

ماہ رجب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے محترم مہینہ تصور کیا جاتا تھا، اور اس میں قتل وقتال ممنوع تھا، اور یہ رجب کی آخری تاریخ تھی، شبہ تھا کہ شاید ماہ رجب ختم ہو چکا ہو، اور شعبان شروع ہو گیا ہو۔ اس لئے اقدام سے پہلے مجاہدین میں تردد تھا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں:

فتردد القوم وهابوا لاقدام عليهم، ثم شجعوا انفسهم عليهم

واجمعوا علیٰ قتل من قدروا علیه، واخذ ما معهم فرمی واقد بن عبدالله التمیمی عمرو بن الحضرمی بسهم فقتله، واستاسر عثمان بن عبدالله والحکم بن کیسان واقلت القوم نوفل بن عبد الله فاعجز هم (۱۰)

چنانچہ مجاہدین میں تردد پیدا ہو گیا اور انہیں اقدام کرنے میں خوف محسوس ہوا (کہ کہیں رجب کے محترم مہینہ میں قتال کرنے کا الزام ان پر نہ آجائے) پھر بھی انہوں نے شبہ کو زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوئے اقدام کر ڈالا۔ واقد بن عبداللہ تمیمی نے قافلے کے سربراہ عمرو بن الحضرمی کو نیر کا نشانہ بنایا اور اسے قتل کر ڈالا، اور مجاہدین نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قید کر لیا، جبکہ نوفل بن عبداللہ جان بچا کر بھاگ گیا۔

ابھی تک مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا کہ اس کے کتنے حصے ہوں اور مال غنیمت کس طرح تقسیم کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اپنے اجتہاد سے مال غنیمت کے پانچ حصے کئے۔ ایک خمس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھا اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے، اور واپس مدینہ تشریف لے آئے، یہاں آتے ہی حضور ﷺ نے ان سے فرمایا:

ما امرتکم بقتال فی الشهر الحرام، فوقف العیر والاسرین (۱۱)

میں نے تمہیں محترم مہینے (رجب) میں قتال کا حکم تو نہ دیا تھا۔ اب (حکم خداوندی نازل ہونے تک) یہ مال غنیمت بھی ایک طرف رکھو اور دونوں قیدیوں کو بھی اسی طرح قید میں رکھو۔

اور یہ کہہ کر حضور ﷺ نے مال غنیمت کا وہ خمس جو حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے آپ کے لئے رکھا تھا قبول نہ فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سننا تھا کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں پر گویا بجلی سی گری اور وہ سخت پشیمان اور نادم ہوئے، اور سمجھے کہ شاید وہ ہلاک ہو گئے۔ ادھر مسلمانوں نے ان کی سخت گرفت کی کہ آخر انہوں نے ایسا کیوں کیا، اور مشرکین مکہ نے طنزاً کہنا شروع کر دیا کہ:

قد استحل محمد و اصحابه الشهر الحرام وسفكوا فيه الدم واخذوا فيه الاموال واسروا فيه الرجال

محمد اور اسکے ساتھیوں نے تو (رجب کے) محترم مہینے کو اپنے لئے (لڑائی کیلئے) حلال کرلیا، اور اس ماہ مبارک میں خون بھی بہایا، مال غنیمت بھی حاصل کرلیا اور لوگوں کو قیدی بنالیا۔

مکہ مکرمہ کے مسلمان جب ان کافروں کا یہ طنز سنتے تو جواباً کہتے:

انما اصابوا ما اصابوا فی شعبان

مسلمانوں نے جو کچھ کیا یہ سمجھ کر کیا کہ شعبان شروع ہوگیا ہے اور وہ یہ سب کچھ ماہ شعبان میں کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کو ذلیل کرنے کا یہ موقعہ یہودیوں نے بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا، اور بطور تفاؤل (بدفالی) کہنا شروع کردیا۔ عمرو بن الحضرمی مقتول ہوا تو لفظ ''عمرو سے'' بطور بدفالی کہنے لگے:

عمرت الحرب

اب تو عمر بھر کیلئے جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

لفظ ''حضرمی'' سے بطور بدفالی کہا:

حضرت الحرب

اب تو بس جنگ ہی جنگ ہے۔

اور حضرت واقد بن عبداللہؓ نے تیر چلایا تھا، جس سے عمرو ابن الحضرمی ہلاک ہوا اس لئے لفظ ''واقد'' سے بطور بدفالی کہا:

وقدت الحرب

اب تو جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔

جب یہ شور وغوغا کافی بڑھا تو قرآنِ پاک کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ م بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَاللّٰهِ، وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (۱۲)

لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس میں (خاص طور پر) قتال کرنا (یعنی عمداً) جرم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجدِ حرام کے ساتھ اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے نکال دینا جرم عظیم ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور فتنہ پردازی کرنا (اس) قتل (خاص) سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔

یعنی ایسی چیز پر زیادہ واویلا کرنا جو محض اشتباہ اور شک کی حالت میں ہوئی سوائے کج فہمی کے اور کیا ہے۔ ہاں اگر یہ سب کچھ عمداً ہوتا تو اعتراض کی گنجائش تھی، اور ان لوگوں کو اعتراض کا کیا منہ ہے، یہ لوگ تو اس سے کہیں زیادہ سنگین نوعیت کے جرائم اور گناہوں میں مبتلا ہیں اور مبتلا رہ چکے ہیں، مثلاً لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اللہ کا کفر کرنا، مسجد حرام سے مسلمانوں کو دیدہ و دانستہ روکنا، لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالنا، اور مکہ چھوڑنے پر مجبور کرنا، اور فتنے برپا کرنا، یہ تو کہیں زیادہ بڑے جرائم ہیں، تو بالفرض اگر یہ قصداً بھی ہوا تو ایسے بڑے مجرموں کو اعتراض کیا حق؟

یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دہ خمس بھی قبول فرمالیا، اور بقیہ مال مجاہدین میں بھی تقسیم فرمادیا، اب دو قیدیوں کا مسئلہ رہ گیا جو مسلمانوں نے پکڑے تھے، یعنی عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان، تو قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کا فدیہ بھیجا کہ آپ انہیں رہا کردیں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیے کے عوض انہیں رہا کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا:۔

لانفديكموهما حتى يقدم صاحبانا يعني سعد بن ابي وقاص وعتبة بن غزوان، فانانخشاكم عليهما، فان تقتلوهما نقتل صاحبيكم (۱۳)

ہم تمہارے ان دو آدمیوں کا فدیہ اس وقت تک نہ لیں گے، جب تک ہمارے دو آدمی یعنی سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان ہمارے پاس واپس نہ آجائیں، ہمیں ڈر ہے کہ تم ان دونوں کو قتل نہ کردو۔ اگر ایسا ہوا تو ہم بھی تمہارے ان دو آدمیوں کو قتل کردیں گے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا حضرت سعدؓ اور حضرت عتبہ کا اونٹ کہیں گم ہوگیا تھا اور وہ اس کی تلاش میں لگ گئے اور اپنے بقیہ ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو یہ خوف

لاحق ہوا کہ کہیں یہ دونوں حضرات کافروں کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور قتل نہ کر دیئے جائیں۔اس لئے آپ نے ایسا فرمایا، مگر جب یہ دونوں حضرات بخیریت مدینہ واپس آ گئے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قیدیوں کا فدیہ لے کر دونوں کو رہا کر دیا۔ان دونوں قیدیوں میں الحکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کیا اور اچھے مسلمان ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ غزوہ بئر معونہ میں شہید ہوئے، اور عثمان بن عبداللہ مکہ والوں کے ساتھ مل گئے اور حالت کفر میں مرے۔

اب جبکہ قرآنی آیت نازل ہوگئی اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور انکے ساتھیوں کا معاملہ صاف ہوگیا تو اب عبداللہ بن جحشؓ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ معلوم نہیں انہیں اور ان کے ساتھیوں کو اس سریے اور جہاد کا ثواب ملے گا بھی یا نہیں، تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

یارسول اللہ،انطمع ان تکون لنا غزوۃ تعطی فیھا اجر المجاھدین؟

یارسول اللہ ﷺ کیا ہم یہ توقع رکھیں کہ جس جہاد پر ہم گئے تھے ہمیں اس میں مجاہدین والا اجر ملے گا؟

ان کے اس سوال پر قرآن مجید کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَةَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (۱۴)

حقیقتاً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی میں اُمیدوار ہوا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں گے اور (تم پر) رحمت کریں گے اور اللہ نے انہیں اُمیدواران رحمت میں شمار کر لیا۔

فضیلت حضرت عبداللہ بن جحشؓ

۱۔حضرت عبداللہ بن جحش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی تھے، یعنی آپ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے، اور اتنے قدیم الاسلام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں پناہ گزین ہونے سے بھی پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔

۲۔اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اپنا پیارا وطن مکہ چھوڑا اور سن ۵ نبوی میں حبشہ کی جانب ہجرت

کی۔ چنانچہ ابن اسحٰقؒ فرماتے ہیں:

حاجر الی الحبشة وشهد بدراً

عبداللہ بن جحشؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور غزوۂ بدر میں شرکت کی۔

۳۔امام بغویؒ نے بطریق ابراھیم بن سعد روایت کیا ہے:

آخى النبي صلى الله عليه وسلم بين عبدالله بن جحشؓ وعاصم بن ثابت (۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ آکر) عبداللہ بن جحشؓ او عاصم بن ثابتؓ میں رشتۂ مواخات قائم کرایا۔

۴۔اور امام بغویؒ نے بطریق زیاد بن علاقہ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ارشاد نقل کیا ہے:

قال بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في سرية وقال لابعثن عليكم رجلا اصبركم على الجوع والعطش فبعث علينا عبدالله بن جحش رضى الله عنه فكان اول امير في الاسلام (۱۷)

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریے میں بھیجا اور فرمایا کہ میں اس سریے کیلئے تمہارا ایسا امیر بناؤں گا جو بھوک اور پیاس کی سختیوں کو تم میں سب سے زیادہ برداشت کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ اس سریے میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن جحشؓ کو امیر بنایا اور وہ اسلام میں کسی سریے کے پہلے امیر تھے۔

۵۔اور سراج نے بطریق رز بن جیش روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ سلام میں (کفار کے ساتھ معرکے میں) پہلا جھنڈا عبداللہ بن جحشؓ کیلئے تجویز ہوا۔(۱۸)

۶۔امام بغویؒ نے بطریق اسحٰق حضرت سعد بن ابی وقاص سے یہ روایت نقل کی ہے:

ان عبدالله بن جحشؓ قال له يوم أحد الاناتي فندعوا،قال فخلونا في ناحية فدعاسعد فقال يا رب اذا التقينا اليوم غداً فلقني رجلاًشديداًحردهٗ أقاتله فيک ثم ارزقني الظفر عليه

حتی اقتله و آخذ سلبه، قال فامن عبدالله بن جحش ؓ، ثم قال عبدالله اللهم ارزقنی رجلاً شديداً حرده اقاتله فيک حتیٰ ياخذ نی فيجدع انفی و اذنی، فاذا لقيتک قلت هذا فيک وفی رسولک فتقول صدقت، قال سعد فکانت دعوة عبدالله خيراً من دعوتی، فلقد رايته آخر النهار و ان انفه و اذنه لمعلق فی خيط (۱۹)

غزوۂ اُحد کے موقع پر عبداللہ بن جحشؓ نے مجھ سے کہا آؤ سعد مل کر دعا مانگیں۔ چنانچہ ہم ایک گوشہ تنہائی میں گئے اور سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس طرح دعا مانگی، اے اللہ کل جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو میرے مقابل ایسا شخص آئے جو انتہائی بہادر اور غصہ والا ہو۔ میں صرف تیری رضا کی خاطر اس سے جنگ کروں، پھر تو مجھے دشمن پر فتح عنایت کرے کہ میں دشمن کو قتل کروں اور اس کا سامان حاصل کروں، حضرت سعد نے جب اپنی دعا ختم کی تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے آمین کہی۔ پھر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دعا مانگی کہ اے اللہ کل بوقت قتال مجھے ایسا مقابل عطا فرما جو انتہائی بہادر اور غصے والا ہو۔ میں صرف تیری رضا کیلئے اس سے لڑوں، یہاں تک وہ مجھے شہید کر دے اور میری ناک اور کان کاٹ لے، میں جب (روز قیامت) تجھ سے ملوں اور تو پوچھے یہ کیا تو میں کہوں کہ یہ سب تیری رضا اور تیرے رسول کے دین کے لئے تھا اور تو کہے اے عبداللہ تو نے سچ کہا۔ حضرت سعد فرماتے ہیں عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ میں نے اسی شام دیکھا کہ عبداللہ کے ناک کان کاٹ کر ایک دھاگے میں پروئے گئے تھے۔

۷۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے حضرت زبیرؓ کا ارشاد نقل کیا ہے:

کان يقال له المجدع فی الله و کان سيفه القطع يوم احد فاعطاه النبی صلی الله عليه وسلم عرجو نا فسار فی يده سيفا فکان يسمیٰ العرجون قال و قد بقی هذا السيف حتی

بيع بمأتي دينار

اللہ کی راہ میں ان کے ناک وکان کاٹے جانے کے سبب انہیں ''المجدع فی اللہ'' (راہ خدا میں جس کے ناک کان کاٹے گئے) کہا جانے لگا۔ اور غزوۂ احد میں ان کی تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی تو حضور صلی اللہ علی نے عبداللہ بن جحشؓ کو کھجور کی ایک چھڑی عنایت فرمائی، جوان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی (کھجور کی وہ ٹہنی جو کھجور کا گچھا کاٹے جانے کے بعد کھجور کے درخت پر خشک بن کر باقی رہتی ہے عربی میں عرجون کہلاتی ہے) چنانچہ اس تلوار کا نام بھی عرجون پڑ گیا، یہ تلوار بعد میں بھی رہی اور پھر دوسو دینار میں فروخت ہوئی۔

۸۔ مشرک ابوالحکم الاخنس بن شریق ثقفی نے آپ کو شہید کیا اور آپ کا مثلہ کیا۔ بوقت شہادت آپ کی عمر چالیس سے کچھ اُوپر تھی۔

۹۔ علامہ ابن عبداللہ نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت حمزہؓ ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کے بیٹے کے ولی تھے ان کے بیٹے پر شفقت فرمائی کہ خیبر میں اس کے لئے جائیداد خرید فرمائی۔ (۲۱)

فرض الله عنه وارضاه

حوالہ جات

۱۔ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۰۹
۲۔ سورۃ الحج: آیت ۳۹، ۴۰
۳۔ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۰
۴۔ سورۃ التوبہ: آیت ۱۴
۵۔ ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ/ ج ۲، ص ۲۵۲
۶۔ ایضاً
۷۔ ایضاً
۸۔ ایضاً
۹۔ ایضاً/ ص ۲۵۳
۱۰۔ ایضاً ص/ ۲۵۴
۱۱۔ حافظ ابن کثیر/ البدایۃ والنہایۃ/ ج ۳، ص ۲۴۹
۱۲۔ سورۃ البقرۃ: آیت ۲۱۷
۱۳۔ السیرۃ النبویہ/ ج ۲، ص ۲۰۰
۱۴۔ سورۃ البقرۃ: آیت ۲۱۸
۱۵۔ ابن حجر عسقلانیؒ: الاصابۃ (ط) ۱۳۲۸ھ ج ۲، ص ۲۸۶
۱۶۔ ایضاً ص ۲۸۷
۱۷۔ ایضاً
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ حافظ ابن عبدالبر: الاستیعاب (بھامش الاصابۃ) ۳۲۔۲۷۴